ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

نوائے شاعرِ فردا

افکار کی گردش کا یہ اہم اصُول ہے کہ اس میں توانا تصوّرات، حکیم کے اپنے عصر کے بعد بھی دیکھے اور پرکھے جاتے ہیں۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ فکر کی اگلی منزل میں نئے حکما اپنی پیش قدمی میں اپنے پیشرو سے کتنا آگے بڑھے، پرانے فکر کا کتنا حصہ جوں کا توں رہا، اور نئے تصورات و افکار میں نسلِ انسانی کے اجتماعی شعور کی دریافت اور ترقی کے لحاظ سے، کیا ان کا پیش رو اب بھی فکراً ان کا پیش رو ہے اور یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ نیا عصر اس پیش رَو سے کن معنوں میں مختلف ہے؟

افسوس ہے کہ ابھی فکر اقبال کے معاملے میں، دریافت کی اس منزل کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوئی۔ یعنی ہم اقبال کو ۱۹۳۸ تک کے افکار کے حوالے ہی سے پڑھ رہے ہیں اور شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ہم نے اب اس اقبال کو پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یارانِ شہر نے انہیں محض غزل خوان قرار دے لیا ہے۔ ع مرا یاراں غزل خوانے شمردند۔ اور بحث صرف یہ رہ گئی ہے کہ اس نے غزل اچھی لکھی ہے یا نظم؟ وہ رجعت پسند تھا یا ترقی پسند، وہ مغرب سے متاثر تھا یا مشرق سے؟ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اقبال نے خود فرمایا تھا کہ میرا کلام نوائے شاعرِ فردا ہے، اور شاعرِ فردا وہ ہوتا ہے جو آئندہ کے افکار کی بھی سمت نمائی کرتا ہے۔ اقبال کے یہاں یہ سمت نمائی موجود ہے مگر ہم متوجہ نہیں۔

اس فقدانِ مطالعہ یا نقصانِ مطالعہ کا ایک سبب میری نظر میں یہ ہے کہ ہم اقبال کو صرف مفکرِ پاکستان کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس مفکرِ پاکستان کی کچھ غایت بھی تھی، چونکہ پاکستان اسلام کے مقاصد کے لئے تعمیر ہوا تھا، پس فکرِ اقبال میں اسلام کے مقاصد و غایات کی جستجو لازمی تھی۔ صرف وہ اسلام نہیں جو عبادات بالانفرادی

تزکیہ نفس تک محدود ہے بلکہ وہ اسلام جو کل اجتماع انسانی کے مستقل مصالح و مقاصد کے حل بھی پیش کرتا ہے اور ہمیشہ پیش کرتا رہے گا۔

فکر اقبال کی توسیعی تنقید بھی ممنوع ہوئی اور جتنی ہوئی وہ غلط ہاتھوں میں چلی گئی اس لئے اقبال سے متعلق توسیعی فکر کی تحریک تقریباً بند ہو گئی تعجب ہے کہ جس قوم نے امام غزالی کی تھافتہ الفلاسفہ کے بعد ابن رشد کی تھافتہ التھافہ کو برداشت کیا وہ اقبال کے بارے میں توسیعی مطالعہ کی تحریک کو گوارا نہ کر سکی۔

اقبال کی وفات ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ ان کے بعد مغرب کی علمی تحریک بہت آگے بڑھی اور انسانی معاشرے پر نئے نقوش ثبت ہو گئے۔ انقلاب آفرین خیالات نے ہزاروں مسئلے اور ہزاروں سوال پیدا کیے، جن کے ہزاروں جواب اور ہزاروں توضیحیں ہوئیں۔ اور اب وہ خیالات مغرب کے علاوہ، مشرق کو بھی متاثر کر رہے ہیں اور عالم اسلام پر تو ان کا اثر اتنا گہرا ہوا ہے کہ ان سے بے اعتنائی خودکشی کے برابر ہو گی۔

یورپ کے چند ہمہ گیر افکار اور توانا اثرات علامہ کی زندگی ہی میں اپنا نقش بٹھا چکے تھے جن پر حضرت علامہ نے تنقید بھی کی لیکن بعض تحریکیں جو اس وقت اپنی ابتدائی منزلوں میں تھیں ۱۹۳۸ء کے بعد، ان کا دھارا اور تیز ہو گیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تحریکات و نظریات کی روشنی میں اقبال کا مطالعہ از سر نو کیا جائے۔ مثلاً نظریہ اضافیت کی آئن سٹائنی تعبیر بھی نئے رُخ اختیار کر چکی ہے۔ اور اب نظریہ اضافیت (خصوصی) سامنے آ رہا ہے۔ اس نئے فکر کے اثرات کا معائنہ کرنا چاہیئے، خلا کی تسخیر نے عقائد کی نئی صورتیں ہمارے سامنے رکھ دی ہیں، ان کا بھی تجزیہ ہونا چاہیئے۔ عمرانِ بشری کے پرانے فلسفے اب فرسودہ ہوتے جا رہے ہیں اور سورکن (SOROKIN) اور دوسرے حکماء نے اجتماع کے تصورات میں انسانی جبلّتِ رفاقت پر زور دینا شروع کر دیا ہے۔ مغربی معاشروں میں اخلاقی نراجیت (انارکی) نے ہپی ازم اور ٹیڈی ازم کو رواج دیا اس کے اسباب پر اقبال کی حکمت سے رہنمائی حاصل کی جائے اس کے برعکس مغرب میں ایک خوشگوار اخلاقی انقلاب کے آثار بھی نظر آتے ہیں۔ ڈارون کے نظریہ پیکار کی حیاتیاتی تعبیر پر مبنی اخلاقیات کی بے اخلاقی کے

برعکس یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ انواع کے معاملے میں طاقتور اور کمزور کی بحث نے انسانی معاشرے کو غلط راہوں پر چلایا ہے۔ نئی اخلاقیات یہ کہتی ہے کہ نظریہ ڈارون کی یہ تعبیر غلط مشاہدے کا نتیجہ تھی۔ مثلاً ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ فضائے آسمانی میں جہاں طاقتور پرندے اڑتے پھرتے ہیں وہاں ہزاروں کمزور پرندے بھی آزادی سے اڑ پھر رہے ہیں جنہیں قدرت نے پورا تحفظ دے رکھا ہے۔ اسی طرح زمین پر اور سمندر کی تہ میں، تو گویا نظام قدرت کے بارے میں خدا کی حکمت و رحمت کی تعبیر کی از سرِ نو ضرورت ہے وہ تعبیر عقیدہ ربُّ العالمین اور تصورِ رحمت للعالمین کی روشنی میں کی جائے۔

سارتر اور رسل کی لادینی اور بے یقینی کے خلاف شدید ردِّ عمل پایا جاتا ہے اور فرائڈ ٹرینگ اور اڈلر کے خیالات کے بارے میں قبول عام کے باوجود شدید تشکیک پیدا ہو چلی ہے۔ اس ردِّعمل کو انسانی وجدان کی فتح سمجھ کر ہدایتِ ربّانی کی دعوت کیوں عام نہ کی جائے جس نے ایمان و یقین کو کُل زندگی کی اساس قرار دیا تھا۔ انسانی معاشرے کی تنظیم میں حیاتیاتی نظریوں نے جو خلل پیدا کر دیا تھا اس سے نسل اور زبان اور رنگ کے حوالے سے مکروہ نیشنلزم پیدا ہوا اور اُس کے سامنے سوشلزم اور کمیونزم بھی بے بس ہو گیا یہاں تک کہ روس اور چین دونوں اشتراکی ملک قوم پرست پہلے ہیں اور آفاقی بعد میں، تو اس پر دنیا حیرت زدہ ہے کہ عالمگیر انسانیت کے مدعی خُود اپنی محدود نیشنلزم میں کس طرح سمٹ آئے ہیں ۔ اور خوئے پلنگی کیونکر انسانیت پر غالب آرہی ہے۔ پھر کیا اس قلب ماہیت اور ماہیت قلب کو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں؟ مغرب کی بے لگام آزادی نے بزرگ اور خورد کا فرق مٹا دیا ہے۔ اب خود بڑی دریدہ دہنی سے بزرگوں کے سامنے (GENERATION GAP) کی باتیں کرتا ہے۔ اور شماریات کے حوالے سے خاندانی زندگیاں جس طرح خلل پذیر ہو رہی ہیں ان کا حال سب پر روشن ہے مگر اب مغرب کے بہت سے مفکر، اسے شیطانی قوتوں کی ریشہ دوانی خیال کرنے لگے ہیں تو کیا ہمیں ان کی اس رجعت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔

اقبال نے ہمارے سامنے ۱۹۳۸ء تک کے زمانے کی ایک شرح پیش کر کے اس ابدی دستور کے معارف روشن کئے تھے، جس کا نام اسلام ہے۔ کیا اب یہ صورت واضح نہیں کہ اقبال

کے افکار کو ۱۹۳۸ء کے انکشافات کے حوالے سے پھر پڑھا جائے؛ اور اس طرح حاشیہ خیالی بر شرح ملا عبد الحکیم کے مانند، ایک اور حاشیہ خیالی بر شرح حکیم الامت، نوجوان ترنسل کے لئے، علمی انداز میں مرتب کیا جائے۔ اس طرح اقبال کی روح، زیبا تر اور جدید تر پیکر میں متشکل ہو گی اور یہ ثابت ہو سکے گا کہ قرآنی و اسلامی حکمت کے مکتب کا یہ دانش یافتہ۔۔ اقبال ۔۔۔ ان راہوں کی نشاندہی بھی کر گیا ہے جن تک مغرب کے حکماء اب پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں، بہرحال آگے کی منزل کے کسی مسافر کا انتظار ہے جو شاعرِ فردا کی نوا کو نئے حوالوں کی مدد سے سمجھ کر، اوروں کو بھی سمجھا سکے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ گذشتہ چالیس پچاس سال اسلامی عقیدوں کی فتح کے سال تھے۔ لہذا حکمت کے اس دور کو فکر کی مدد سے پڑھنا نہایت مفید ہوگا۔

اسلامی تحقیق مفہوم مدّعا اور طریق کار

ہمارے تحقیق اسلامی کے اداروں کے سامنے کرنے کا اصل کام

تالیف

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

"..... مرحوم ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کے اس مقالے سے میرے دل کو سب سے زیادہ اطمینان حاصل ہوا ہے۔ میرے نزدیک اسلامی ریسرچ کا صحیح تصور یہی ہے جو اس مقالے میں پیش کیا گیا ہے ......"

(مولانا امین احسن اصلاحی)

"..... اس موضوع پر میری نظر سے اس سے زیادہ تشفی بخش تحریر اب تک نہیں گزری ..... اسلامی موضوعات پر کام کرنے والوں کے لئے یہ کتابچہ ایک دستور العمل کا درجہ رکھتا ہے ....."

(ڈاکٹر سید عبد اللہ، سابق پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور)

شائع کردہ: مرکزی انجمن خدام القرآن، افغانی روڈ سمن آباد لاہور

فون: ۶۹۵۲۲